چالیس سوال

علّامہ نصیرالدّین نصیر ہونزائی

شائع کردہ

خانۂ حکمت ــ ادارۂ عارف

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

چالیس سوال

ایک خوش نصیب اور ہوشمند سٹوڈنٹ نے کراچی میں مورخہ ۲۸ جون ۱۹۸۳ء کو مندرجہ ذیل تحریری سوالات بغرضِ تحلیل پیش کر دیئے، مجھے اُمید ہے کہ حضرات اہلِ علم ان کے اس ذوقِ دین شناسی اور اعلیٰ ذہانت کی قدر کریں گے۔

سوال نمبر ۱: حَجَرِ اَسْوَدْ کیا ہے؟ یہ کہاں سے آیا، اور اس میں کیسا حکمت ہے۔

جواب: حجرِ اسود خانۂ خدا کی دیوار میں ایک انتہائی مقدس پتھر ہے، جسے بطریقِ روحانیت حضرت جبرائیلؑ نے لایا ہے اور اس میں تاویلی حکمت یہ پنہان ہے کہ یہ گوہرِ عقل کی مثال و علامت ہے، جس پر جا کر روحانی حج مکمل ہو جاتا ہے، کہا جاتا ہے کہ حجرِ اَسْوَدْ دراصل بہشت میں حجرِ اَبْیَضْ (سفید پتھر) تھا، مگر اس دنیا میں آنے کے بعد یہ مقدس پتھر کالا ہو گیا۔ اس بات کا اشارہ یوں ہے کہ حجرُ الاَسْوَدْ کا ممثول جو گوہرِ عقل ہے، وہ سفید ہے، یاد رہے کہ عالمِ بالا یا بہشت سے کسی چیز کے اس دنیا میں آنے کا یہ مطلب ہرگز

نہیں کہ وہ وہاں سے مادّی اور جسمانی حالت کے ساتھ آتی ہے، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ ہر چیز عالمِ روحانیت (بہشت) میں بصورتِ لطیف روحانی ہمیشہ ہمیشہ کے لیے موجود ہے، اور اس کے اس مادی دنیا میں آنے یا ظہور کے یہ معنی ہیں کہ اس کا یہاں ایک ثانوی اور جسمانی وجود بن جاتا ہے، پس گوہرِ عقل یا حجرِ ابیض خانۂ کعبہ کی تعمیر کے سلسلے میں یہاں اس طرح آیا کہ وہ تعمیرِ خانۂ روحانیت کے درجۂ اعلیٰ پر قائم ہی رہا، مگر یہاں بیت اللہ ظاہر میں ایک سنگِ سیاہ سے اس کے دنیا میں آنے کی تشبیہ دی گئی۔

سوال نمبر۲: ابراہیمؑ تم نے خواب سچا کر دکھایا، ہم ایک بہت بڑا ذبیحہ (ذِبحِ عظیم) اس قربانی کا فدیہ قرار دیتے ہیں "جو بعد میں آئے گا" اس سے کیا مراد ہے؟

جواب: ان الفاظ میں ترجمۂ قرآن (۳۷/۱۰۴-۱۰۸) کے پیشِ نظر اصلاح کی ضرورت ہے، تاہم اس کے درست مفہوم کے مطابق جواب یوں ہے کہ انبیا و أئمہ علیہم السلام پر جو جو روحانیت کے عظیم واقعات گزرتے ہیں وہ بحیثیتِ مجموعی ایک جیسے ہیں، کیونکہ تمام روحانی معجزات صراطِ مستقیم پر واقع ہیں اور سب کو اسی راہ پر چلنا ہے، مگر ان واقعات و معجزات کی مثالیں جُدا جُدا ہیں، تاکہ اسی طرح لوگوں کو آزمایا جائے، پس حضرت اسمٰعیلؑ کی جسمانی قربانی مثال تھی اور روحانی قربانی ممثول، آپؑ کی جسمانی قربانی محدود تھی اور روحانی قربانی ہمہ رس و عظیم، لہٰذا جسمانی ذبح کا فدیہ روحانی ذبح سے دیا گیا، جس کو تاویل کی زبان میں "عہد لینا" کہتے ہیں، چنانچہ آپؑ کے

Institute for Spiritual Wisdom Luminous Science Knowledge for a united humanity

بھائی حضرت اسحاقؑ سے بھی یہ عہد لے کر مرتبۂ حجاب پر فائز کر دیا گیا، جس سے حضرت اسماعیلؑ کا روحانی فدیہ اور بھی عظیم ہو گیا۔ عہد لینا ایک روحانی اور نورانی معجزاتی عمل ہے، جس کا مفصل ذکر کہیں اور ممکن ہے، اگر کسی زمانے میں امامِ مستقر کے علاوہ امامِ مستودع بھی ہو تو اس صورت میں امامِ مستودع امامِ مستقر پر ستر و حجاب ہوا کرتا ہے (قرآن میں حجاب کے تصوّر کو دیکھو ۴۲: ۵۱)

سوال نمبر ۳ : خداوند تعالیٰ کے سو نام ہیں، جبکہ ننانوے ناموں کا علم ہے اور ایک نام معلوم نہیں، کیا وہی ایک نام "اسمِ اعظم" ہے یا تمام نام اسمِ اعظم کا درجہ رکھتے ہیں؟ کیا اسمِ اعظم کو پوشیدہ رکھنا ضروری ہے؟ اور کیوں؟

جواب : اللہ تعالیٰ کے ظاہری اور لفظی یا صوتی اسماء جتنے بھی ہیں۔ وہ سب ظاہر ہیں۔ ان میں سے کوئی ایک بھی پوشیدہ نہیں، تاکہ اگر یہ مان لیا جائے کہ اسمِ اعظم ان ہی میں سے ہے تو یوں کہنا پڑے گا کہ ان تمام ظاہری اسماء میں یہ پہچان نہیں ہو سکتی ہے کہ اسمِ اعظم کون سا ہے، یہ بات ظاہری اعتبار سے ہے، مگر اصل جواب سنیئے: اسمِ اعظم اپنے وقت میں انبیا و ائمہّ علیہم السّلام ہوا کرتے ہیں، چنانچہ زمانے کا امامؑ خدائے بزرگ و برتر کا بزرگ ترین اسم ہوا کرتا ہے اور وہی مومنین کی خصوصی عبادت کیلئے اسماءِ الٰہی میں سے کسی اسم کو منتخب کرتا ہے، ہاں اسمِ اعظم اور اس کے بھیدوں کو پوشیدہ رکھنا ضروری ہے، کیونکہ اللہ کی سنت سے یہ ثبوت ملتا ہے کہ اسمِ اعظم کو صیغۂ راز میں رکھنا چاہیے تاکہ اس کا تعلق خواص کے ساتھ

رہے، اور قرآن کا ارشاد یہ بھی ہے کہ جو لوگ خدا کے بزرگ ناموں کو نہیں سمجھتے ہیں، ان کو ان کے حال پر چھوڑ دیا جائے (۷/۱۸۰)

سوال نمبر ۴ : اصحابِ کہف کے بارے میں بتائیں، نیز ان کی تاویل کیا ہے؟

جواب : قصہ کے ظاہری پہلو کو قصۂ قرآن میں دیکھ لینا، ہم آپ کو صرف اس کے باطنی پہلو کے بارے میں کچھ باتیں بتائیں گے، کہ اصحابِ کہف کا مطلب اصحابِ روحانیت ہیں، کیونکہ روحانیت کی بہت سی مثالوں میں سے ایک مثال کہف (غار) کی سی ہے، یعنی جس طرح لوگ بوقتِ ضرورت کسی غار میں پناہ لیا کرتے ہیں، اسی طرح دشمنانِ دین کے ستائے ہوئے مومنین غارِ روحانیت میں جا کر خود کو محفوظ کر لیتے ہیں۔ آپ میرے ایک مقالہ کو جو اصحابِ کہف پر ہے پڑھیں۔

سوال نمبر ۵ : عقلِ کُلّ اور نفسِ کُلّ میں کیا فرق ہے؟ یہ امام کی ہدایت کے سلسلے میں کس طرح تائید کرتے ہیں؟

جواب : ان دونوں عظیم فرشتوں میں جو کچھ فرق ہے، وہ عرش و کرسی، آدم و حوّا، قلم و لوح اور پیغمبر و امام کی طرح ہے اور یہ دونوں چونکہ روحانی ہیں، اس لیے روحانی طور پر مومنین کی بالواسطہ مدد کر دیا کرتے ہیں۔

سوال نمبر ۶ : زیتون کے مبارک درخت اور تیل کی کیا تاویل ہے؟

جواب : اس کی کئی تاویلیں ہیں، جن کا مقصد ایک ہی ہے، اور ان میں سے ایک زیادہ قابلِ فہم تاویل یہ کہ ہادیٔ برحق کی پاک شخصیت زیتون کا بابرکت

درخت ہے، اور اس کی برکات سے وہ لاتعداد فائدے مراد ہیں جو مومنوں کے علاوہ دوسرے تمام انسان کو بھی حاصل ہوتے ہیں، اور تیل سے ان کی رُوحِ قدسی مراد ہے، جس سے ان کی عالمگیر عقل کا شعلہ بن جاتا ہے، لطیف شخصیت کا یہ درخت شرقی بھی نہیں اور غربی بھی نہیں، یعنی اس کی نہ تو کوئی ابتداء ہے اور نہ ہی کوئی انتہا، بلکہ یہ ہمیشہ ہمیشہ سے چلا آرہا ہے۔

سوال نمبر ۷ : اللہ پاک کا فرمان ہے: تحقیق ہم نے تمہاری تخلیق کی پھر تمہاری صورت بنائی پھر ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کے لیے سجدہ کرو (۱۱/۷) اس ترجمۂ آیت کی کیا تشریح ہے ؟

جواب : اس کی تشریح یہ ہے کہ خداوند تعالیٰ نے عالمِ ذرّ میں سب سے پہلے تمام انسانوں کو جسمانی ذرّات میں پیدا کیا، پھر ان کی روحانی صورت بنائی گئی پھر اس کے بعد جمالی فرشتوں کو حکم دیا گیا کہ وہ آدم کے لیے سجدہ کریں، اس تصوّر سے اسرارِ تخلیق کا ایک انقلابی دروازہ کھل جاتا ہے، آپ کتاب "روح کیا ہے" کو پڑھیں۔

سوال نمبر ۸ : تسبیحات وغیرہ کو طاق نمبر کی صورت میں کیوں پڑھتے ہیں ؟

جواب : کیونکہ خداوند تعالیٰ واحد و یکتا اور طاقِ محض ہے۔ وہ جُفت نہیں۔

نوٹ : جو اِن صفحات کو بغور پڑھے اس کو قرآن فہمی میں مدد ملے گی۔

سوال نمبر ۹ : آپ نے آنحضرتؐ کی ایک حدیث کو پیش کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ : اسلام کا آغاز ایک غریب (اجنبی) شخص کی طرح ہوا اور پھر مستقبل میں بھی یہ اجنبی ہو جائے گا، اس کا کیا مطلب ہے؟ غریب و اجنبی کس معنیٰ میں ہے؟

جواب : جب بھی اللہ تعالیٰ کا کوئی پیغمبر سچے دین کے ساتھ اس دنیا میں تشریف فرما ہوا، تو اہلِ انکار کی نظر میں نہ صرف رسول ہی بلکہ اس کا دین بھی غریب یعنی اجنبی لگا، کیونکہ جو لوگ ہادیٔ برحق سے ہٹ کر ہیں، وہ سمجھتے ہیں کہ سچا دین وہی ہے جس پر وہ لوگ اڑے ہوئے ہیں، حالانکہ خدا کا دین خلیفۂ خدا کے ساتھ ہوا کرتا ہے، پس جاہلوں کی نظر میں اسلام کا اجنبی ہو جانا کسی ایک وقت کے لیے خاص نہیں، بلکہ یہ ہر زمانے کے لیے ہے۔ یعنی امام کو نہ پہچاننا اسلام کو اجنبی قرار دینا ہے، کیونکہ حق امام کے ساتھ ہے۔

سوال نمبر ۱۰ : قرآن میں حضرت یوسفؑ اور بی بی زلیخا کا جو قصہ مذکور ہے، اس کے پس منظر میں کیا تاویل پوشیدہ ہے؟ کیا بی بی زلیخا کا نام قرآن میں موجود نہیں ہے؟ کیوں؟

جواب : حضرت یوسفؑ کے قصۂ قرآن میں تاویلات کی ایک دُنیا پوشیدہ ہے، جس کی تفصیلات کی گنجائش ان صفحات سے باہر ہے، کیونکہ جنابِ یوسفؑ خود ہر قسم کی تاویلات کا عنوان ہیں، چنانچہ اس قصۂ پُر حکمت میں امام

نوٹ : تاویل ایک نورانی دولت ہے۔

مستقر اور امامِ مستودع کا ذکر ہے، ترجمانِ شب و روز کا بیان ہے، نورِ امامت کی منتقلی کا تذکرہ ہے، اور زلیخا کی مثال کا ممثول یہ ہے کہ امامِ مستقر کا حجتِ اعظم یوسفؑ (امامِ مستودع) کا ماتحت ہو جانا چاہتا ہے، کیونکہ حضرت یوسف کو قانوناً تمام حدودِ دین سے آگے گزر کر امامِ مستقر سے دوسرے درجے پر پہنچ جانا ضروری ہے، وغیرہ۔ ہاں قرآن میں لفظِ "زلیخا" موجود نہیں ہے۔

سوال نمبر ۱۱ : ہمارے موجودہ امام شاہ کریم الحسینی جو کہ ۴۹ ویں امام ہیں ان کی امامت کس لحاظ سے بہت بڑی اہمیت کی حامل ہے، جبکہ تمام ائمۂ طاہرین کا درجہ یکساں ہوا کرتا ہے؟

جواب : مرتبۂ امامت کے دو پہلو ہوا کرتے ہیں، باطنی پہلو سے تمام حضراتِ أئمہؑ کا مرتبۂ عالی ایک جیسا ہے اور ظاہری پہلو سے وہ مختلف مراتب کے مالک ہوتے ہیں۔ اس کی وجہ وہ خدائی پروگرام ہے جو شروع سے لے کر قیامت تک پورے دور پر پھیلا ہوا ہے، جس کے مطابق اماموں کو مختلف درجات پر کام کرنا پڑتا ہے، چنانچہ مولانا حاضر امام شاہ کریم الحسینی صلوات اللہ علیہ نے کئی بڑی بڑی حیثیتوں میں کام کرنا ہے۔ ان حیثیتوں میں سے ایک تو یہ ہے کہ آپؑ ۷ × ۷ = ۴۹ کے مقام پر ہیں۔ دوسری حیثیت یہ ہے کہ آپ ایٹمی دور کے امام ہیں۔

سوال نمبر ۱۲ : "ھاروت و ماروت شروع میں دو فرشتے تھے، لیکن بعد میں دنیا کی چاہ کے سبب سے شیطان بن گئے، جو اب تک شہر بابل کے ایک کنوئیں میں قید ہیں، اور لوگ وہاں سے کالا علم سیکھتے ہیں" یہ کس طرح

سے ممکن ہو سکتا ہے؟ آپ اس پر روشنی ڈالیں۔

جواب: اس تاویلی سوال کا تعلق قرآن حکیم کی ۲/۱۰۲ سے ہے، چنانچہ متعلقہ خلاصہ یہ ہے کہ مملکتِ سلیمانی کا اشارہ امامِ زمانؑ کی روحانی سلطنت کی طرف ہے اور اسی روحانیت میں "بابل" اصحابِ شمال کے امتحان کا ایک مقام ہے، جہاں دو فرشتے ہر وقت آپس میں متعلقہ شخص کی قلبی کیفیت پر بحث کرتے رہتے ہیں۔ جن کے نام قرآن اور شریعت میں مختلف اعتبارات سے مختلف ہیں۔ جیسے نکیر و منکر، ھاروت و ماروت وغیرہ، ان میں سے ایک فرشتہ ہر لحظہ دل کے ادنیٰ خیالات پر بڑی سختی کے ساتھ تنقید کرتا رہتا ہے اور دوسرا فرشتہ بڑی مہربانی کے ساتھ اس تنقید کی تردید کرتا ہے مگر یہ مقام اصحابِ یمین کا نہیں، اس لیے مومن کو نہ تو اس سے دنیا کا فائدہ اٹھانا چاہیے اور نہ ہی اس منزل میں ٹھہرنا چاہیئے۔ روایت کا باقی حصّہ قرآن سے باہر اور غیر منطقی ہے۔

سوال نمبر ۱۳: حضرت عیسٰیؑ کے کان سے پیدا ہونے کا کیا مطلب ہے؟ کیا یہ صحیح ہے کہ وہ پیدائش کے فوراً بعد ظاہری زبان سے بولنے لگ گئے تھے؟

جواب: یاد رہے کہ خدا و رسولؐ اور امامِ زمانؑ کی اطاعت کرنے والے مومنین بموجبِ قرآن (۴/۶۹) انبیاء، اساسان، اُئمّہ اور حُجّت و داعی جیسے حضرات کی روحانی رفاقت میں ہوا کرتے ہیں، اس کا یہ مطلب ہوا کہ ہر حقیقی مومن شروع سے لے کر انتہائی منزلِ مقصود تک راہِ

روحانیت کا بخوبی تجربہ کر سکتا ہے۔ جس کی مختلف مثالیں قرآنِ مقدس میں مذکور ہیں، اب اسی آیۂ بالا کی روشنی میں توجہ فرمائیں کہ بی بی مریمؑ کو اسمِ اعظم دیا گیا، جس میں بحیثیتِ زندہ اور حقیقی اسمِ اعظم کے حضرت عیسیٰؑ ہی تھا، اسی معنیٰ میں عیسیٰؑ ایک کلمہ کی صورت میں کان کی راہ سے مریمؑ میں داخل ہو گیا اور بہت کم عرصے میں اپنی ماں کے باطن میں بولنے لگا۔ جب کہ وہ نبوت کا نوزائیدہ بچّہ تھا، اور قصۂ مریمؑ کا تمام تر تعلق باطنی اور روحانی پہلو سے ہے، چنانچہ جب کوئی خوش قسمت اسماعیلی مرید (مرد ہو یا عورت) اسمِ اعظم کے روحانی کورس میں بدرجۂ اعلیٰ کامیاب ہو جاتا ہے تو وہ اپنی انفرادی دنیا میں مثلاً بی بی مریمؑ بن کر عیسیٰؑ جیسے نور کو جنم دیتا ہے۔ اُس صورت میں نور پر یہ حق ہوتا ہے کہ وہ اپنی ماں کے ساتھ حسنِ سلوک میں کوئی کسر فروگذاشت نہ کرے۔

سوال نمبر ۱۴: کیا پیغمبر بھی خدائی جلوے کی تاب نہیں لا سکتے، جیسے حضرت موسیٰؑ کی بابت کہا جاتا ہے کہ وہ جلوۂ خدا کی تاب نہ لا کر بے ہوش ہو گئے تھے؟

جواب: خدائی جلوؤں کے بہت سے مراتب ہیں اور آپ کا سوال سب سے بڑے اور آخری جلوے سے متعلق ہے، جس کی ایک عام مثال سورج کے سرچشمے سے دی جا سکتی ہے کہ قرصِ خورشید کو براہِ راست دیر تک دیکھنے سے آنکھیں ضائع ہو سکتی ہیں۔ چنانچہ خدا کا سب سے عالیشان دیدار صرف چند سیکنڈ کے لیے حاصل ہو جاتا ہے، جس میں حیرت کی کوئی حد نہیں

ہوتی اور یہی حیرت تاویل کی زبان میں بے ہوشی کہلاتی ہے، ایسے ظہورِ نور کا مبارک مقام اور وسیلۂ عظیم دیدارِ جُثّۂ ابداع ہے، جو امرِ "کُن" کا مرکزِ ظاہر ہے۔ پھر جب اس ابداعی ظہور کی عرفانی اور عقلی توجیہہ سمجھ میں آتی ہے، تو اس کو "ہوش میں آنا" کہتے ہیں۔

سوال نمبر ۱۵: "دجال" ایک کافر اور دشمن جس کی تیسری آنکھ ہوگی، وہ لوگوں کو صراطِ مستقیم سے بھٹکائے گا اور اس کا ظہور امام مہدی کے دور میں ہوگا، آپ اس پر روشنی ڈالیں۔

جواب: اس سوال کے الفاظ اصلاح طلب ہیں، بہرحال دجال کی تاویل کتاب وجہ دین میں مذکور ہے، آپ وجہِ دین کا مطالعہ کریں۔

سوال نمبر ۱۶: روایت ہے کہ سِدرۃ المنتہیٰ وہ حد ہے جس سے آگے جبرائیلؑ فرشتہ نہیں جا سکتا، اس کی کیا تاویل ہے؟

جواب: مثال کے طور پر اللہ تعالیٰ میزبان ہے، حقیقی مومن مہمان ہے اور جبرائیلؑ خادم، اور اس ربانی مہمان نوازی کا خاص تعلق اسرارِ معرفتِ توحید سے ہے، لہٰذا جبرائیلؑ کو درجۂ جبروت پر رک جانا پڑتا ہے اور وہ لاہوت کی طرف آگے نہیں بڑھ سکتا۔ دوسری مثال: ۱ (ایک) ۲ (دو) ۳ (تین) سے لے سکتے ہیں کہ پہلے ایک ہے، پھر دو، پھر تین ہے اس میں ایک کا مطلب خدا ہے، دو سے بندۂ مومن مراد ہے اور یہاں تین کا عدد جبرائیل کے لیے ہے، کیونکہ اس کی اہمیت سفرِ روحانیت میں مومن کے بعد ہے کہ وہ حقیقی مومن کے نیک اعمال کے نتیجے ہی پر

کچھ کام کرسکتا ہے، چنانچہ آپ دیکھ سکتے ہیں کہ دو کا عدد ایک سے بالکل قریب ہے مگر تین دُور رہے، اس لیے جبرائیل فرشتے کو روحِ مومنِ مُوَحِّد کے ساتھ خلوت خانۂ توحید میں داخل نہیں ہونا چاہیئے۔ تیسری مثال:

۱ ← ۲ (رجوع) ← ۳ ← ۴ ← ۵ ← ۶ ← ۷ ← ۸ ← ۹ (رجوع) اب اگر فرض کرلیا جائے کہ ان اعداد کو فنا اور رجوع کی مدد سے اصل سے واصل ہو جانا ہے، تو قانون یہ ہے کہ نو آٹھ میں، آٹھ سات میں، سات چھ میں، چھ پانچ میں اور پانچ چار میں فنا ہو جائے اور اسی طرح چار تین میں اور تین دو میں مٹ جائے اور بالآخر صرف دو ہی وہ عدد ہے جو واحد (یعنی ایک) میں داخل ہو سکتا ہے۔ اسی لیے ارشاد ہوا ہے کہ تم کو ایک اکیلا ہو کر اللہ کے حضور جانا ہے (۹۴:۶)

سوال نمبر ۱۷: جب ہم کہتے ہیں کہ: اَللّٰہُ اَکبَرُ (خدا سب سے بڑا ہے) یا کہتے ہیں کہ سُبحان اللہ (خدا پاک ہے)، تو آیا اس بڑائی اور پاکیزگی کی کچھ حدود ہوتی ہیں یا یہ صفت لامحدود ہے؟

جواب: ہر چند کہ لفظِ اکبر تفضیلِ کُلّ کے لیے آتا ہے، جو مخلوق کے عام استعمال میں ہے، جیسے سب سے بڑا بھائی کو اکبر کہنا، مگر جب یہ وصف خالق کے لیے آتا ہے، تو اس میں مقابلے کے لیے نہ تو کوئی ادنیٰ مخلوق کا تصوّر ہے اور نہ ہی ساری خلقت کا، مگر ہاں اس میں دین کے درجاتِ عالیہ کا اشارہ ہے کہ خدا ان درجات سے بڑا ہے اور پھر اس کے معنی غیر محدود ہو جاتے ہیں۔

Institute for Spiritual Wisdom and Luminous Science
Knowledge for a united humanity

سوال نمبر ۱۸ : حضرت موسیٰؑ کو جو معجزات عطا کیئے گئے تھے، ان کی تاویل کیا ہے ؟

جواب : عصائے موسیٰؑ (۲/۶) کی تاویل : عملی اسمِ اعظم اور اسکے گوناگوں معجزات، حجرِ مکرّم سے پانی کے بارہ چشموں کا جاری ہونا (۲/۶۰) : حضرت موسیٰؑ کی روحانیت سے بارہ حجتوں کا علمی وجود اور ان کی ۱۲ درجے کی تعلیمات، بیل کو ذبح کر کے مُردے کو جِلانا (۲/۶۷-۷۳) : مومن کی حقیقی عبادت و ریاضت اور نفس کشی کے نتیجے میں حیاتِ طیبہ کا معجزہ دیکھنا، یدِ بیضا (۷/۱۰۸): علمی فکر اور گوہرِ عقل کا روشن نتیجہ، طوفان، ٹڈی، جوئیں، مینڈک اور خون (۷/۱۳۳) : روحانی ہلاکت، ٹڈی، جوں اور مینڈک جیسی مضر اور نفرت انگیز روحوں کا ظہور، علم میں شکوک و شبہات کا بھر جانا، لاٹھی مار کر دریا میں خشک راستہ پیدا کر دینا (۲۰/۷۷) : دریائے روحانیت کے اس ساحل سے اُس ساحل پر قوم کو اس طرح باسلامت اتار دینا کہ روحانیت ان کو کوئی گزند نہ پہنچا سکے، فرعون اور اس کی قوم کا دریا میں ڈوب کر ہلاک ہو جانا (۸/۵۴) : موسیٰؑ اور ہارونؑ کے دریائے روحانیت میں ان کافروں کا ہلاک ہو جانا، فرعون کی لاش کا دریا سے برآمد ہو جانا (۱۰/۹۲) : ہادیٔ برحق کے دشمن کا روحانی اعتبار سے مر جانا، مگر جسمانی لحاظ سے لاش کی طرح (یعنی روح الایمان کے بغیر) لوگوں کے سامنے موجود رہنا۔

سوال نمبر ۱۹ : کائنات کب سے موجود ہے اور جب اس کا وجود نہ تھا، تو اُس وقت اس کی کیا حالت و کیفیت تھی یا کیا کچھ تھا ؟

جواب : (الف) : جب ہم اس کائنات کے نہ ہونے کا تصوّر کرتے ہیں تو اسی کے ساتھ ساتھ "کب" اور "کہاں" کا سوال بھی ختم ہو جاتا ہے کیونکہ "کب" کی بنیاد زمان پر قائم ہے، اور "کہاں" کا انحصار مکان پر ہے، یعنی مکان اور اطراف خود یہ جہان ہے اور زمان اس کی گردش کا نام ہے اور سورج بھی مکان کا ایک روشن حصّہ ہے، نیز اس تصوّر کے نتیجے میں کائنات کی کوئی بھی مادّی شکل و کیفیت نہیں ہو سکتی ہے، کیونکہ کائن (ہونے والا، بننے والا) کون کے مادّہ سے ہے اور "کائنات" "کائن کی جمع ہے، پس اگر کائنات (بننے والی چیزیں) نہیں، تو کچھ بھی نہیں ہو سکتا۔

(ب): میرا ایک مقالہ "تصوّرِ آفرینش" کو پڑھ لیجئے، تخلیق کا تصوّر خط کی طرح نہیں، بلکہ دائرے کی مثال پر واقع ہے، جس کی نہ تو کوئی ابتداء ہے اور نہ ہی کوئی انتہا، بلکہ خدا ہمیشہ کائنات کی تخلیق کرتا رہتا ہے۔

سوال نمبر ۲۰ : اگر فرشتے اعلیٰ ترقی یافتہ روحوں کو کہا جاتا ہے تو پھر ان کو پہلے ہی سے علمِ اسماء کیوں نہیں دیا گیا تھا، وہ حضرت آدمؑ کی تعلیم کے لیے کیوں محتاج ہوئے؟

جواب : یاد رہے کہ فرشتے یا ملائکہ دو درجوں پر منقسم ہیں: کائناتی (جلالی) اور ذاتی (جمالی) آپ نے پہلی قسم کے فرشتوں سے متعلق سوال اٹھایا ہے۔ جبکہ ذاتی فرشتوں کی بات اس سے مختلف ہے، جس کی مثال : آپ گویا لاتعداد آدموں میں سے ایک آدم ہیں، تو دنیا بھر کے لوگ بصورتِ

ذرّاتِ روحانی آپ کی ذرّیّت بن کر آپ میں داخل ہو جائیں گے، اب یہی ذرّات لطیف آپ کے ذاتی فرشتے بھی ہیں، جن کو بحکمِ خدا آپ کی روحانیت میں بذریعۂ اسمِ اعظم علمِ اسماء سکھایا جائے گا۔

سوال نمبر ۲۱ : نہرِ کوثر اور نہرِ تسنیم سے کیا مراد ہے؟

جواب : کوثر کی تاویل اساس (وصیٔ رسولؐ یعنی علیؑ) ہے جو مردِ کثیر الذُّرّیّت بھی ہے اور خیرِ کثیر بھی، یعنی کوثر مولا علیؑ کا باطنی اور روحانی مرتبہ ہے، جس میں تمام نیکیاں اور ساری حکمتیں جمع ہیں، اور تسنیم روحانیت کی انتہائی بلندی پر بصورتِ کلمۂ تامّہ علم و حکمت کا ایک عظیم سرچشمہ ہے، جسے کلمۂ باری کہا جاتا ہے۔

سوال نمبر ۲۲ : سورۃ براءۃ (سورۂ توبہ) کی تبلیغ کے بارے میں یہ کہا جاتا ہے کہ آنحضرتؐ نے پہلے حضرت ابوبکرؓ کو تبلیغ کے واسطے بھیجا، لیکن خدا کی طرف سے حکم ہوا کہ حضرت مولا مرتضیٰ علیؑ اس تبلیغ کے حقدار ہیں، آیا یہ روایت درست ہے؟ کیونکہ پیغمبرِ برحقؐ کسی چیز سے لاعلم تو نہیں ہوتے تھے۔

جواب : یہ بات تاریخی نوعیت کی ہے۔ لہٰذا آپ اس کی تحقیق مستند تاریخی کتاب سے کریں۔

سوال نمبر ۲۳ : خداوند تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ کو معجزاتی عصا عطا فرمایا تھا۔ جو زمین پر ڈالنے سے اژدھے کی صورت اختیار کر لیتا تھا، تو اس کی تشبیہ قرآن میں اژدھے سے کیوں دی گئی، جبکہ ظاہراً یہ (اژدھا) اچھی چیز کو ظاہر نہیں کرتا؟ اس کے پیچھے کیا حکمت پوشیدہ ہے؟

جواب : یاد رہے کہ معجزہ کے دو رخ (پہلو) ہوا کرتے ہیں۔ ایک طرف رحمت اور دوسری جانب غضب ہوتا ہے، رحمت کو تو خوبصورت اور خوشگوار ہونا ہی ہے اور غضب کو چاہیئے کہ وہ اس کے برعکس ہو، ہر بڑا پیغمبر بشیر و نذیر ہوا کرتا ہے، یعنی خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا، ڈرانے کے سلسلے میں اژدھا جیسی مثالیں مناسب ہیں۔ انبیاء و ائمۃ علیہم السّلام میں اسمِ اعظم کا نور وہ معجزہ ہے جو ایک طرف سے خدا کے دوستوں کی روحانی آبادی کا وسیلہ بھی ہے اور دوسری طرف سے اس کے دشمنوں کی بربادی کا سبب بھی ہے۔

سوال نمبر ۲۴ : فرشتے سراپا عقل و علم ہوا کرتے ہیں، ان میں نفسِ امّارہ موجود نہیں ہوتا ہے، پھر عزازیل فرشتہ شیطان کیسے بن گیا، کیونکہ غرور تو صرف نفسِ امّارہ کی وجہ سے ہو جاتا تھا؟

جواب : بحوالۂ جواب ۲۰، فرشتے دو قسم کے ہوتے ہیں، بحدِّ قوّت (جمالی) اور بحدِّ فعل (جلالی)، چنانچہ جو شخص شیطان بن گیا، اگر اسے عام روایت سے ہٹ کر حقیقت کی روشنی میں دیکھا جائے۔ تو صاف طور پر معلوم ہو جائے گا کہ وہ بحدِّ فعل فرشتہ نہیں تھا، وہ ایک جاہل و نادان شخص تھا، جس کی وجہ سے وہ ہادئ برحقؑ کا دشمن بن گیا۔

سوال نمبر ۲۵ : آسمانی چیزیں مثلاً سورج، چاند، ستارے، سیّارے وغیرہ کیا ہیں؟ آیا یہ ہماری زمین کی طرح ہیں یا ترقی یافتہ روحیں ہیں؟ کیا ان کی بھی عمریں مقرّر ہوتی ہیں، جیسے کسی ستارے کا ٹوٹ کر گر جانا؟

جواب: سورج کا وجود چاند ستاروں سے مختلف ہے۔ کیونکہ وہ جوشندہ روشن گیس کا طوفان ہے۔ (میزان الحقائق میں اس کی تفصیل کے لیے دیکھا جائے۔) مگر اس کے برعکس چاند اور جملہ ستارے ہماری زمین کی طرح مختلف دنیائیں ہیں۔ لطیف جسم اور روحانی زندگی تمام ستاروں پر موجود ہے مگر اب تک سیّارۂ زمین کے سوا اور کہیں کثیف جسم کے وجود کا کوئی علم نہیں، ہر ستارے کی ایک مجموعی روح بھی ہے، کتاب "روح کیا ہے" کو دیکھیں۔ وہ ترقی یافتہ اور بڑی روح ہے، ہاں ستاروں کی عمریں ہوا کرتی ہیں۔ یعنی وہ بنتے ہیں اور اپنے اپنے وقت پر بگڑ جاتے ہیں، مگر جس چیز کو عام زبان میں ستارے کا لوٹ جانا کہا جاتا ہے، وہ کوئی اور چیز ہے۔

سوال نمبر ۲۶: کسی بھی نیک کام کی انجام دہی کے وقت خدا کی رحمت کا نزول ہوتا ہے، ہمارے اندر یہ بیداری روحوں کے ذرّات سے ہوتی ہے۔ یعنی نیک ارواح کے ذرّات سے، تو کیا یہ روحیں ہر وقت ہمارے اردگرد موجود رہتی ہیں؟

جواب: جی ہاں، جس طرح مچھلیاں سمندر میں رہتی ہیں، اسی طرح ہم ذرّاتِ روح کے سمندر میں مستغرق ہیں، ہم میں ہر وقت روحوں کا آنا جانا ہوتا ہے۔ ہماری اپنی روح بھی لاتعداد روحوں (ذرّات) کا مجموعہ ہے اور اسی طرح ہم میں جُدا جُدا کثیر روحوں کے ہونے میں انتہائی عظیم حکمت پوشیدہ ہے۔

سوال نمبر ۲۷ : قرآن میں بہت ساری جگہوں میں coded حروف آئے ہیں، جن کو حروفِ مقطعات کہا جاتا ہے، مثلاً : الٓمٓ، الٓمٓرٰ، الٓمٓصٓ طٰہٰ، یٰسٓ وغیرہ، ان کا مطلب کیا ہے؟ اور ان کو code میں رکھنے میں کیا بھید ہے؟

جواب : ان حروف میں خداتعالیٰ کے بڑے بڑے اسرار پوشیدہ ہیں، مثال کے طور پر : ال م : قلم، لوح، مِداد (عقلِ کُلّ، نفسِ کُلّ، مخلوقات) جو اللہ کی علمی کتاب ہے، ال م ر : قلم، لوح، مداد، رقیم[1] (عقلِ کُلّ، نفسِ کُلّ، مخلوقِ ظاہر، مخلوقِ باطن[2]) وغیرہ، ان کو راز میں رکھنے کا مقصد یہ ہے کہ ان کا فائدہ خواص کو حاصل ہو، جس طرح قرآن میں اور بھی کئی طریقے ہیں۔ جن کے مطابق خدا اپنے بھیدوں کو صرف خاص بندوں پر ظاہر کرنا چاہتا ہے۔

سوال نمبر ۲۸ : کسی پاگل کی روح بدن میں کس طرح یعنی کس صورت اور کیفیت میں ہوتی ہے؟

جواب : جس طرح ظاہر میں پاگل کا قول و فعل ہے اسی طرح باطن میں اس کی روح کی حرکات ہیں۔

سوال نمبر ۲۹ : خداوند تعالیٰ نے عالمِ روحانیت میں عہدِ الست کس طرح لیا تھا؟

---

[1] رقیم سے روحانی تحریر مراد ہے۔ [2] مخلوقِ باطن کا مطلب روحانی تحریر ہے۔

جواب : یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ ہر کامل انسان کی انفرادی قیامت (روحانیت) میں ذراتِ ارواح کو حاضر کر کے اُن سے پوچھتا ہے : الست بِربکم (آیا میں تمہارا پروردگار نہیں ہوں ؟) یعنی تمام بنی آدمؑ کی پشتوں میں سے ارواح کو اٹھا کر وہاں لائی جاتی ہیں، جہاں کسی کامل شخص میں جملہ روحانی واقعات کا عملی مظاہرہ ہوتا ہے، تو یہ عمل ایک بار کا واقعہ نہیں بلکہ ہمیشہ روحانی معجزات کے ضمن میں آتا رہتا ہے۔

سوال نمبر۳۰ : پاک روحوں کے ذرّات خوشبوؤں کی صورت میں کیوں ہوتے ہیں ؟

جواب : ذراتِ روح سے تمام چیزوں کی روحیں مراد ہیں، یعنی ہر چیز کی روح ہوا کرتی ہے، چنانچہ خوشبو کی روح ہے، یعنی گلاب کی روح میں گلاب کی خوشبو ہے اور چنبیلی کی روح میں چنبیلی کی خوشبو، اس کے یہ معنی ہوئے کہ عالمِ ارواح میں ہر چیز کی روح ہے، یہاں تک کہ پتھر اور لوہے کی بھی روح ہے۔ آپ ان روحوں کو روحانی بیج بھی کہہ سکتے ہیں۔ پس جب آپ کے پاس کستوری کی روح آئے گی تو اس سے کستوری کی خوشبو آئے گی، جب کسی پھل کی روح آئے گی تو اُس وقت اس پھل کی خوشبو آئے گی۔

سوال نمبر۳۱ : صحیفوں اور آسمانی کتابوں کے درمیان کیا فرق ہے؟

جواب : ان دونوں کے آسمانی ہونے میں کوئی فرق نہیں مگر فرق اس بات میں ہے کہ صحیفہ کا مطلب ورق ہے، جس کی جمع صُحُف (اوراق) ہے

اور کتاب سے ایک مکمل کتاب مراد ہے اور اس میں ایک تاویلی اشارہ بھی ہے۔ کہ صحیفہ سے ورقِ روحانیت مراد ہے صحیفہ ہر چیز کے پھیلے ہوئے حصّے کو کہتے ہیں، چنانچہ جس طرح روحانیت باطن میں پھیلی ہوئی ہے، اُس لحاظ سے یہ صحیفہ ہے جو کہ تحریری اور کتابی صورت میں لوگوں کے سامنے نہ لائی گئی ہو، اور کتاب وہ ہے جو مرحلۂ روحانیت (صحیفہ) سے کتابی شکل میں آچکی ہو اور یہ نظریہ اس لیے ضروری ہے کہ ہر پیغمبر صاحبِ روحانیت یعنی صاحبِ صحیفہ ہوا کرتا ہے مگر صرف بعض پیغمبر صاحبِ کتاب ہوتے ہیں۔ یعنی روحانیت تو سب پیغمبروں کی ہوتی ہے مگر اُن میں سے صرف بعض کی روحانیت کتابی شکل میں لوگوں کے سامنے آسکتی ہے۔

سوال نمبر ۲۲: خداوند تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ کو چار پرندوں کی قربانی کا حکم دیا جو کہ نفس کے تحت آتے ہیں (یعنی مرغا، مور، بطخ اور کوّا)، لیکن دوسری طرف عالمِ روحانیت میں روحوں کے ذرات کو بھی پرندوں سے تشبیہہ دی گئی ہے، اس کی کیا وجہ ہے؟

جواب: اس کی وجہ صاف ظاہر ہے کہ پرندوں کے تاویلی معنی ہیں روحیں، کیونکہ پرندے اچھے اور بُرے دو قسم کے ہوا کرتے ہیں۔ جس کی تاویل یہ ہوئی کہ روحیں اچھی بھی ہیں اور بُری بھی، پس ابراہیم علیہ السّلام کے چار پرندوں کی قربانی کی تاویل یہ ہے کہ آپ نے ذرّاتِ نفس میں سے چار (جو تاویل کی زبان میں چار پرندے کہلاتے ہیں)، کو ذبح کر دیا، تاکہ خداتعالیٰ ان کو بہترین صورت میں زندہ کر دے۔

Institute for Spiritual Wisdom and Luminous Science
Knowledge for a united humanity

سوال نمبر ۳۳ : چند انبیاء پر جو آسمانی کتابیں نازل ہوئیں ان کی وجہِ تسمیہ کیا ہے ؟ جیسے توریت، زبور، انجیل اور قرآن، کیا تمام انبیاء پر کتابیں نازل نہیں ہوئیں ؟ یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے ؟

جواب : کہتے ہیں کہ توراۃ (توریت) وَرْیٌ کے مادّہ سے ہے جس کے معنیٰ آگ روشن کرنا ہیں، چونکہ اس کتاب میں بنی اسرائیل کے لیے ہدایت کی روشنی تھی، لہٰذا توراۃ کہا گیا۔ زبور زبْر[1] سے ہے، بمعنی مذبور (لکھی ہوئی)، انجیل اِوَنْجَلِیُون (EVANGELION) لفظ یونانی سے ہے، جس کے معنی مسرّت انگیز خبر یا بشارت کے ہیں، اور قرآن کے معنی پڑھنے کے ہیں، کیونکہ یہ اسمِ اعظم پڑھنے کے نتیجے میں نازل ہوا۔ نیز ظاہر میں بھی یہ پڑھا جاتا ہے، سوال کے باقی حصّہ کے لیے ۲۱ کو دیکھیں۔ (۱۰۰ سوال حصّۂ چہارم صفحہ ۲۵ پر "کتبِ سماوی" کے مضمون کو بھی پڑھیں۔)

سوال نمبر ۳۴ : ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر ہو گزرے ہیں ....

جواب : آپ کا یہ سوال مبہم اور مغلق ہے، دوبارہ واضح کر کے لکھیں۔

سوال نمبر ۳۵ : نورِ امامت ازل سے موجود تھا یا نورِ نبوّت؟....

جواب : نور ایک ہی ہے، اس میں تقدیم و تاخیر کا کوئی سوال نہیں اس نور کے مختلف ظہورات اور ظاہری و باطنی پہلو ہوتے ہیں، نور ہمیشہ

---

[1] زبر = لکھنا۔

سے اپنے سرچشمۂ اعلیٰ میں ایک ہی ہے۔

سوال نمبر ۳۶ : ....

جواب : سوال کا مفہوم ہے کہ آنحضرتؐ کو اسمِ اعظم کی تعلیم کس نے دی تھی؟ جواب عرض ہے کہ امامِ مقیم نے، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے امامِ مقیم حضرت ابوطالب علیہ السّلام تھے، ملاحظہ ہو کتاب "الامامۃ فی الاسلام"۔ جو عظیم امام کسی ناطق پیغمبر کی علمی پرورش کرتا ہے وہ امامِ مقیم کہلاتا ہے۔ ملاحظہ ہو کتاب "الامامۃ فی الاسلام"

سوال نمبر ۳۷ : نمازِ جنازہ اور نمازِ عید کی کیا حقیقت ہے؟ کیا ان کا تذکرہ قرآنِ پاک میں موجود ہے؟

جواب : کسی چیز کی حقیقت کا مطلب ہے اس چیز کی اصلیت، مغز اور جوہر، پس نمازِ جنازہ اور نمازِ عیدین کے علاوہ دیگر تمام نمازوں کا جوہر بھی ان کی تاویل ہے، جس کے لیے آپ کتابِ "وجہِ دین" کا مطالعہ کر سکتے ہیں۔ دینِ اسلام کے تمام اقوال و اعمال کی تاویلات ہیں۔ جو صرف ایک ہی مرکز کو ظاہر کرتی ہیں اور اسی مرکز سے وابستہ ہیں، ہاں نمازِ جنازہ اور نمازِ عیدین کا اجمالی ذکر یا اشارہ قرآن میں موجود ہے۔

سوال نمبر ۳۸ : حدیثوں کی کتنی قسمیں ہیں، اور ان میں کیا فرق ہے؟

جواب : آپ کے اس سوال کا تقاضا یہ ہے کہ "علمِ حدیث" کا

ایک خلاصہ پیش کیا جائے، مگر یہ کام کافی لمبا چوڑا ہے، لہٰذا "علمِ حدیث" کی کسی کتاب کو پیشِ نظر رکھیں۔

سوال نمبر ۳۹ : قرآنِ کریم ۲۳ برس کے عرصے میں مکمل ہوا ......

جواب : جہاں اور جب قرآنِ حکیم روحانی طور پر امامِ زمان سے اور آپؑ قرآن سے وابستہ ہیں تو قرآن ہر طرح سے کامل اور مکمل ہے۔ پھر قرآن کی سالمیت کے بارے میں کوئی سوال نہیں اٹھانا چاہیئے، ہمارے اس نظریہ کا ثبوت رسولِ اکرمؐ کا وہ ارشادِ مبارک ہے جس میں آپؐ کے بعد اُمت کی ہدایت کے لیے دو گرانقدر چیزیں موجود ہونے کا ذکر ہے، اور اگر حدیثِ ثقلین نہ ہوتی، تو کوئی سوال پیدا ہو سکتا۔

سوال نمبر ۴۰ : گناہوں اور امام کے فرمان میں ......

جواب : آپ نے کوئی حوالہ نہیں دیا ہے، تاکہ اس کی گہری حکمت تک رسائی کے لیے کوشش کی جاتی، بہر حال سوال دائرۂ روح کے بارے میں ہے، جس کو سمجھنے کے لیے اعلیٰ علم کی ضرورت ہے۔ مثال کے طور پر پانی کا سرچشمہ جو سمندر ہے، وہ اپنی جگہ پر ساکن بھی ہے اور ساتھ ہی ساتھ ایک طرح سے اپنے دائرے پر گردش بھی کر رہا ہے، یہی حال روح کا بھی ہے کہ وہ اپنے اصل سرچشمہ کے اعتبار سے عالمِ امر میں ہمیشہ کے لیے قائم ہے، مگر وہ ارواحِ جزوی کے توسط سے دائمی طور پر دنیا میں آتی رہتی ہے، اس کا

خلاصہ یہ ہوا کہ روح ایک تو خود ہے اور ایک اس کا سایہ، وہ خود عالمِ امر میں ہمیشہ کے لیے ٹھہری ہوئی ہے، مگر اس کا سایہ اس دنیا میں لاانتہا بار آتا رہتا ہے۔ کتاب "روح کیا ہے" میں دیکھیں تو معلوم ہو جائے گا کہ روح مستقر بھی ہے اور مستودع بھی، یعنی مستقر اصل اور مستودع سایہ ہے۔

نصیر الدین نصیر، لنڈن
7.7.83

ISW LS Institute for Spiritual Wisdom and Luminous Science Knowledge for a united humanity

خانۂ حکمت